بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡم　　　　نَحۡمَدُہٗ وَنُصَلِّیۡ عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡمِ　　　　وَعَلٰی عَبۡدِہِ الۡمَسِیۡحِ الۡمَوۡعُوۡد

وَقَالُوۡا لَوۡلَا یَاۡتِیۡنَا بِاٰیَۃٍ مِّنۡ رَّبِّہٖ اَوَلَمۡ تَاۡتِہِمۡ بَیِّنَۃُ مَا فِی الصُّحُفِ الۡاُوۡلٰی (طٰہٰ۔۱۳۴)

اور وہ کہتے ہیں کہ کیوں وہ ہمارے پاس اپنے ربّ کی طرف سے کوئی نشان نہیں لاتا۔کیا
ان کے پاس وہ کھلی کھلی روشن دلیل نہیں آئی جو پہلے صحیفوں میں موجود ہے۔

مثبت تنقید کی اہمیت اور نشانات کی فلاسفی

جناب عزیز من صاحب

السلام وعلیکم ورحمۃ اللہ وبرکاۃ۔

میں نے اپنی آخری پوسٹ میں آپ سے یہ گذارش کی تھی کہ آپ اپنے سوالات کو اُردو زبان میں لکھ کر مجھے بھیجیں۔اِن سوالات کے علاوہ بھی اگر آپکا کوئی سوال ہو تو وہ بھی لکھ دیں۔ میں نے آپکو یہ زحمت اس لیے دی تھی تا کہ آپکے سوالات کے جوابات دینے میں میرے لیے آسانی پیدا ہو جائے۔لیکن آپ کو یہ بات شاید پسند نہ آئی۔بہرحال آپ خوش رہیں۔ میری طرف سے آپ کیلئے دعا ہے کہ آپ پر ہمیشہ سلامتی نازل ہوتی رہے۔آمین۔آج میں نے جب از سرنو آپکی مفصل انگریزی پوسٹ کا مطالعہ کیا تو مجھے اس میں سوائے ایک آدھ سوال کے کچھ نظر نہیں آیا۔اگر زندگی میں آپکی اور میری ملاقات ہوئی تو اس ملاقات کے بعد میرے دعویٰ کے متعلق آپ کا کیا تاثر ہوگا۔میں یہ معاملہ مستقبل پر چھوڑ تا ہوں۔ لیکن قرآن کریم انبیا کی جو خبریں بتا تا ہے اِس سے یہی پتہ چلتا ہے کہ ہر نبی کی قوم کو نبی کی شخصیت نے تکبر اور عُجب میں ہی بڑھایا تھا۔اِسکی قوم نے اُسے محض اسلئے رد کیا کہ وہ انہی کی طرح چلتا پھرتا اور کھاتا پیتا انسان تھا۔بلکہ مال اور اولاد میں اپنی قوم کے مقابلہ میں نہایت کم تر تھا۔اور یہ قرآنی خبریں ہمیں یہ بھی بتاتی ہیں کہ تمام انبیا اپنے اپنے وقتوں میں مثالی انسان تھے لیکن اُنکی قوموں نے اپنی آنکھوں پر تکبر اور حسد کی پٹی چڑھا رکھی تھی۔

آپ کا اہم اور بڑا سوال یہ ہے کہ میں نے اپنے بعض مضامین میں جماعت احمدیہ میں مروج غلط عقائد پر تنقید کی ہے۔اس تنقید کو آپ نے پسند نہیں فرمایا اور ساتھ ہی یہ مشورہ بھی دیا ہے کہ نفسیاتی طور پر دوسرے لوگ بھی پسند نہیں کریں گے۔آپکے مشورہ کیلئے شکریہ۔جناب من۔میرا بھی آپ سے ایک چھوٹا سا سوال ہے۔وہ یہ کہ کیا آپ مجھے کسی ایسے نبی یا مصلح کا نام بتا سکتے ہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے دنیا میں مروج خرابیوں کی اصلاح کے لیے کھڑا تو ہوا ہو لیکن اُس نے اِن خرابیوں اور غلطیوں پر تنقید نہ کی ہو۔؟ میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ کوشش کے باوجود آپ کو ایسی کوئی ایک مثال بھی نہیں ملے گی۔تو پھر حضرت مہدی و مسیح موعودؑ کی جماعت میں جب بعض نفسانی لوگوں نے افراد جماعت کو دھوکہ دینے کیلئے جُرم کرتے ہوئے بعض غلط عقائد گھڑ لیے تو پھر میری اِن غلط عقائد پر تنقید آپ یا دوسرے لوگوں کو کیوں ناپسند ہے۔؟ ماضی قریب میں یعنی ایک صدی قبل حضرت مرزا صاحبؑ اللہ تعالیٰ کی طرف سے بطور مہدی اور مسیح موعود کھڑے ہوئے تھے۔میرا آپ سے یہ سوال ہے کہ کیا حضرت مرزا صاحبؑ نے اپنے وقت میں مروج باطل عقائد پر تنقید نہیں کی تھی۔؟ آپکو پتہ ہے کہ حضورؑ نے حیات مسیح ،ختم نبوت اور اِنقطاع وحی والہام کے باطل عقائد کو کس طرح رگڑا تھا۔؟ کیا یہ تنقید نہیں تھی۔؟ کیا یہ تنقید جائز تھی۔؟ اور اگر یہ جائز تھی تو آج جو میں خلیفہ ثانی کے جھوٹے دعویٰ مصلح موعود اور ختم مجددیت کے جھوٹے عقائد کو دلائل کیساتھ غلط ثابت کر رہا ہوں تو یہ تنقید آپکے خیال میں کیوں ناجائز ہے۔؟ درج ذیل سطور میں چند گذارشات پیش کرتا ہوں۔گر قبول افتد زہے عزوشرف۔

عزیز من! ہر نبی اور ہر مصلح نے اپنے وقت میں پہلے سے مروج غلط عقائد پر تنقید کی اور یہ ان کا فرض منصبی تھا۔غلط عقائد کو جڑ سے اُکھیڑنے کے بعد انہوں نے تعمیر اور اصلاح بھی کی۔میرے خیال میں مثبت تنقید بھی آدھی اصلاح ہوا کرتی ہے۔اور مکمل اصلاح اور تعمیر کیلئے پہلے تنقید ضروری ہے۔حضرت مرزا صاحبؑ نے جب اپنے وقت میں غلط عقائد پر تنقید کی اور انہیں دلائل کے ساتھ جھٹلایا تو آپکی یہ تنقید مخالفوں پر بہت گراں گزری تھی۔اسی طرح آج جماعت احمدیہ میں مروج جھوٹے عقائد پر میری تنقید بھی بعض لوگوں پر گراں گزر رہی ہے۔جناب من! میں تنقید پسند نہیں کرتا لیکن میں کیا کروں جھوٹ کو جھوٹ کہنا میری ذمہ داری ہے۔آپکو معلوم ہونا چاہیے کہ نوع انسان کے عظیم مصلح حضرت محمد ﷺ کو جب اللہ تعالیٰ نے اصلاح کیلئے کھڑا کیا تو اس وقت خانہ کعبہ جسے آپ ﷺ کے جدِّ اعلیٰ حضرت ابراہیمؑ نے خالصتاً توحید کے قیام کیلئے بنایا تھا تین سو ساٹھ بتوں سے اَٹا پڑا تھا۔جب آپ ﷺ نے اِن بتوں کی خدائی کو دلائل کیساتھ جھٹلایا تو آپ ﷺ کی یہ تنقید مشرکین مکہ پر بہت گراں گزری۔سردارانِ مکہ آپ ﷺ کے چچا ابوطالب کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ سے شکایت کی کہ آپکا بھتیجا محمد (ﷺ) ہمارے بتوں کو برا بھلا کہتا ہے اور اُنکی تذلیل کرتا ہے۔جب ابوطالب نے آنحضرت ﷺ سے فرمایا کہ قریشی سردار مجھ پر دباؤ ڈال

رہے ہیں تو آپ ﷺ نے اپنے چچا سے فرمایا کہ اے چچا! اگر آپ سمجھتے ہیں کہ میں آپکی سرپرستی اور پناہ کی وجہ سے یہ تبلیغ کر رہا ہوں تو آپ اپنی پناہ اور سرپرستی واپس لے لیجئے۔ خدا کی قسم! اگر یہ مشرکین مکہ میرے دائیں ہاتھ پر سورج اور بائیں ہاتھ پر چاند بھی رکھ دیں تب بھی میں اللہ کی تبلیغ سے رک نہیں سکتا۔ بلا شبہ آپ ﷺ نے باطل عقائد پر سب سے زیادہ تنقید کی تھی اور آپ ﷺ کی اصلاح بھی عظیم الشان تھی۔ حضرت ابرہیمؑ نے پتھر اور مٹی کے بنے ہوئے بتوں کو توڑا تھا۔ لیکن آپ جانتے ہیں کہ بُت مشرکوں کو بہت پیارے ہوتے ہیں۔ وہ انکی تذلیل برداشت نہیں کر سکتے۔ اسی طرح بعض اوقات جھوٹے عقائد بھی بتوں کا رنگ اختیار کر لیتے ہیں اور اِن پر تنقید انکے ماننے والوں کو بہت بری لگتی ہے۔ لیکن ہر مصلح کے لیے تنقید ضروری ہے اور یہ اس کا فرض منصبی ہوتا ہے۔

آخر میں آپ لکھتے ہیں کہ میں آپکے دعوے کے سچے یا جھوٹے ہونے کے بارے میں کوئی فیصلہ نہیں کر سکتا۔ اور مزید آپ یہ بھی لکھتے ہیں کہ میں کوئی سپیشل چیز ویب سائٹ پر نہ ہو آپکے لیے لکھوں۔ اس سلسہ میں عرض ہے کہ میں آج تک اپنی ویب سائٹ پر جو کچھ لکھ چکا ہوں وہ ایک صاحب بصیرت انسان کیلئے میرے دعویٰ کو پرکھنے کیلئے کافی سے زیادہ مواد ہے۔ میں آپکی بصیرت پر اعتراض نہیں کر رہا لیکن حیرت ہے کہ آپ ایسا انسان میرے دعویٰ کی سچائی کو نہ سمجھ سکا۔ اگر یہ گستاخی نہ ہو تو میں تو یہ بھی کہتا ہوں کہ وہ دلائل اور وہ موعود الہامی ثبوت جو اللہ تعالیٰ نے مجھے میری سچائی کے حق میں بخشا ہے۔ اگر ایسا موعود اِلہامی ثبوت دو ہزار سال پہلے حضرت مسیح ابن مریمؑ کو نصیب ہو جاتا تو اس وقت کے یہودی شاید آپکی تکذیب نہ کرتے اور نہ ہی اُسے صلیب پر چڑھاتے۔ اِن الفاظ میں میری کوئی بڑائی نہیں کیونکہ میرا دعویٰ تو ایک غلام نبی کے ادنیٰ سا موعود غلام ہونے کا ہے۔ اگر اس میں کوئی کریڈٹ ہے تو یہ سب اس نبی اُمی ﷺ اور اُسکے موعود غلام (محمدی مریم یعنی حضرت مرزا غلام احمدؑ) کو جاتا ہے جنکی روحانی توجہ نے مجھے زندہ کر دیا۔ لیکن افسوس ہے حضرت مسیح موعودؑ کی روحانی ذریت پر کہ تذکرہ میں ان کے پاس ۲۰۔ فروری ۱۸۸۶ء کی الہامی پیشگوئی میں یہ الہامی ثبوت موجود ہے لیکن پھر بھی اُن کی آنکھیں نہ کھلیں۔ آج یہ پیشگوئی بعض افراد جماعت اور حضورؑ کی جسمانی اولاد کا منہ چڑا رہی ہے۔ وہ اس لیے کہ حضرت مہدی و مسیح موعودؑ کی جسمانی اولاد نے اس پیشگوئی کو جس رنگ میں پورا کرنا چاہا اور اس مقصد کے لیے انہوں نے بڑی چالاکی کیساتھ حضورؑ کی روحانی ذریت میں سے بھی بعض افراد کو اپنے ساتھ ملا لیا۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے ان سب کی خواہشات کے برخلاف یہ الہامی پیشگوئی مجھ ایسے گمنام احمدی کے وجود میں پوری کر دی۔ بعض نفسانی لوگوں نے حضورؑ کی جماعت میں ایک مخصوص نظام بنا کر افراد جماعت کی ذہنی تطہیر (Brain Washing) اس طرح کی ہے کہ وہ زندہ لاشیں بنا دی گئیں ہیں جو کہ قبروں میں دبی پڑی ہیں۔ میں انہیں آوازیں پر آوازیں دے رہا ہوں لیکن اب تک ان زندہ درگور لاشوں پر اثر نہ ہوا۔ اور یہ اثر ہو بھی کیسے سکتا تھا کیونکہ لاشیں نہ سنا کرتی ہیں اور نہ ہی جواب دیا کرتی ہیں۔؟ لیکن میں پر امید ہوں کہ فرمان الٰہی کے مطابق یہ قبروں میں دبے پڑے مظلوم لوگ ضرور باہر آویں گے۔ آمین

نشانات کی فلاسفی

عزیز من! آپ نے جو خاص چیز یا نشان کی بات کی ہے تو اس ضمن میں عرض ہے کہ نشان تو اللہ تعالیٰ کے پاس ہیں۔ اور جب وہ چاہتا ہے نشانات نازل کیا کرتا ہے۔ دراصل انسان دو قسم کے ہوتے ہیں۔ اوّل وہ جو زیرک اور زکی ہوتے ہیں اور اپنے وجود میں قوت فیصلہ بھی رکھتے ہیں۔ وہ تو اس روشنی کی بدولت جو اِنکے اندر ہوتی ہے سچائی کو فوراً پہچان لیتے ہیں۔ اور باطل جو تکلف اور بناوٹ کی بُو اپنے اندر رکھتا ہے وہ بھی اِن کی نظروں سے پوشیدہ نہیں رہتا۔ اِیسے لوگوں کو نشانوں کی زیادہ ضرورت نہیں ہوا کرتی۔ کیا کِبار صحابہ کرامؓ نے نشانات دیکھ کر آنخضرت ﷺ کو قبول کیا تھا۔؟ لیکن اِس سے کوئی یہ نہ سمجھے کہ ہمارے پیارے آقا محمد ﷺ سے کوئی نشان ظہور میں نہیں آیا تھا؟ اللہ تعالیٰ نے تمام انبیاء کرامؑ سے بڑھ کر نشانات آپ ﷺ کے وجود میں دکھائے لیکن شروع میں نہیں۔ شروع میں وہ فطری حسن اور سچائی اور دلیری جو آپ ﷺ میں موجود تھی وہی سلیم الفطرت لوگوں کیلئے کافی نشان تھی۔ اور یہی حال آپ ﷺ کے موعود غلام حضرت مہدی و مسیح موعودؑ کے اوّلین اصحاب کا تھا۔ یہ سب صحابہؓ زکی اور زیرک تھے اور منجانب اللہ نور قلب رکھتے تھے۔ اور انہوں نے پہچان لیا کہ یہ مدعی جھوٹے نہیں ہیں۔ دوسری قسم کے وہ لوگ ہوتے ہیں جو اعجاز اور کرامات طلب کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ان لوگوں کا ذکر تعریف کیساتھ نہیں کیا۔ ایسے لوگ نشان دیکھ کر بھی ایمان نہیں لایا کرتے۔ مثلاً اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

(۱) وَاَقْسَمُوْابِاللّٰہِ جَھْدَ اَيْمَانِهِمْ لَئِن جَاءَتْهُمْ آيَةٌ لَّيُؤْمِنُنَّ بِهَا قُلْ إِنَّمَا الآيَاتُ عِندَ اللّٰهِ وَمَا يُشْعِرُكُمْ أَنَّهَا إِذَاجَاءَتْ لَا يُؤْمِنُونَ۔ (الانعام۔۱۱۰) اور انہوں نے اللہ کی پکی قسمیں کھائی ہیں کہ اگر ان کے پاس کوئی نشان آئے تو وہ اسے ضرور قبول کریں گے تو کہہ دے کہ ہر قسم کے نشانات اللہ کے پاس ہیں لیکن تمہیں خبر نہیں کہ جب وہ نشانات دیکھیں گے تو کبھی ایمان نہیں لائیں گے۔

ایک اور جگہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

(۲)هَلْ يَنظُرُونَ إِلَّا أَن تَأْتِيَهُمُ الْمَلآئِكَةُ أَوْ يَأْتِيَ رَبُّكَ أَوْ يَأْتِيَ بَعْضُ آيَاتِ رَبِّكَ يَوْمَ يَأْتِي بَعْضُ آيَاتِ رَبِّكَ لاَ يَنفَعُ نَفْساً إِيمَانُهَا لَمْ تَكُنْ آمَنَتْ مِن قَبْلُ أَوْ كَسَبَتْ فِي إِيمَانِهَا خَيْراً قُلِ انتَظِرُواْ إِنَّا مُنتَظِرُونَ (الانعام۔۱۵۹) کیاوہ اسکے سوابھی کوئی انتظار کررہے ہیں کہ اُنکے پاس فرشتے آئیں یا تیراربّ آجائے یا تیرے ربّ کے بعض نشانات آجائیں،اس دن جب تیرے ربّ کے بعض نشانات ظاہر ہونگے کسی ایسی جان کواس کا ایمان فائدہ نہیں دے گا جواس سے پہلے ایمان نہ لائی ہو یا اپنے ایمان کی حالت میں کوئی نیکی نہ کما چکی ہو۔تو کہہ دے کہ انتظار کرو یقیناً ہم بھی انتظار کرنے والے ہیں۔

اللہ تعالیٰ آنحضرت ﷺ سے مخاطب ہوکر فرماتا ہے۔

(۳) وَإِن كَانَ كَبُرَ عَلَيْكَ إِعْرَاضُهُمْ فَإِنِ اسْتَطَعْتَ أَن تَبْتَغِيَ نَفَقاً فِي الأَرْضِ أَوْ سُلَّماً فِي السَّمَاءِ فَتَأْتِيَهُم بِآيَةٍ وَلَوْ شَاءَ اللّهُ لَجَمَعَهُمْ عَلَى الْهُدَى فَلاَ تَكُونَنَّ مِنَ الْجَاهِلِينَ (الانعام۔۳۶) اوراگر تجھ پر انکامنہ پھیرنا گراں گزرتا ہے تواگر تجھ میں طاقت ہے کہ زمین میں کوئی سرنگ یا آسمان میں کوئی سیڑھی تلاش کرے پھرانکے لیے کوئی نشان لاسکے (توایسا کر کے دیکھ لے) اوراگر اللہ چاہتا توانہیں ضرور ہدایت پر اکٹھا کردیتا۔پس تو ہرگز جاہلوں میں سے نہ ہو۔

ایک دوسری آیت میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

(۴) تِلْكَ الْقُرَى نَقُصُّ عَلَيْكَ مِنْ أَنبَآئِهَا وَلَقَدْ جَاءتْهُمْ رُسُلُهُم بِالْبَيِّنَاتِ فَمَا كَانُواْ لِيُؤْمِنُواْ بِمَا كَذَّبُواْ مِن قَبْلُ كَذَلِكَ يَطْبَعُ اللّهُ عَلَىَ قُلُوبِ الْكَافِرِينَ (الاعراف ۔۱۰۲) یہ وہ بستیاں ہیں جنکی خبروں میں سے بعض ہم تیرے سامنے بیان کرتے ہیں اور یقیناً اُنکے پاس اِن کے رسول کھلے کھلے نشانات لیکر آئے تھے۔مگر وہ اس قابل نہ ہوئے کہ ان پر ایمان لائیں اس لیے کہ وہ اِس سے پہلے (رسولوں کو) جھٹلا چکے تھے۔اسی طرح اللہ کافروں کے دلوں پر مہر لگاتا ہے۔

یہ آیات کریمہ صاف بتلارہی ہیں کہ اولاً۔نشانات طلب کرنے والوں پر اللہ تعالیٰ ناراض ہوتا ہے اور ثانیاً۔جولوگ نشانات دیکھ کر ایمان لاتے ہیں توایسا ایمان مقبول نہیں ہوا کرتا۔ دراصل تمام ثواب کا دارومدار ایمان پر ہوتا ہے اورایمان اس بات کا نام ہے کہ جو بات پردہ غیب میں ہواس کوبعض قرائن کے ذریعہ قبول کیا جائے۔اسی قدر دیکھ لینا کافی ہوتا ہے کہ قرائن موجودہ ایک شخص کے صادق ہونے پر بہ نسبت اسکے کاذِب ہونے کے بکثرت پائے جاتے ہیں۔یہ تو ایمان کی حد ہے۔لیکن اگر کوئی اس سے آگے بڑھ کر نشان طلب کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ کے نزدیک یہ پسندیدہ فعل نہیں ہے۔اورایسے ہی لوگوں کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ نشانوں کے بعدان کا ایمان قابل قبول نہیں ہوگا۔اللہ تعالیٰ نے مومنوں کی قرآن کے شروع میں ہی یہ علامت بیان فرمائی ہے کہ ''الَّذِينَ يُؤْمِنُونَ بِالْغَيْبِ '' وہ غیب پر ایمان لاتے ہیں۔یعنی وہ ایسی بات پر ایمان لاتے ہیں کہ جو ہنوز پردہ غیب میں ہوتی ہے اورلوگوں پر کُلّیۃً مکشوف نہیں ہوتی۔اورایسے ایمان سے اجروثواب کے علاوہ اللہ تعالیٰ کی خوشنودی اور رضا بھی حاصل ہوتی ہے۔مثلاً ہم اللہ تعالیٰ پر ایمان لاتے ہیں حالانکہ ہم نے اس کو دیکھا نہیں۔اسی طرح ملائک اور جنت ودوزخ پر بھی ایمان لاتے ہیں اور وہ بھی ہماری نظروں سے غائب ہیں۔لیکن ہم محض حسن ظنی سے مان لیتے ہیں۔اور یہی ایمان بالغیب ہماری نجات کا موجب بن جاتا ہے۔سورج، چاند، زمین، پہاڑ، جانوراوردرخت بھی، ملائک اور جنت ودوزخ کی طرح اسی خدا کی مخلوق ہیں لیکن ان پر ایمان لانے سے ہمیں کوئی ثواب نہیں ملتا۔وجہ یہ ہے کہ ملائک اور جنت ودوزخ ابھی پردہ غیب میں ہیں۔اوردوسری مادّی مخلوق جس کا میں نے ابھی ذکر کیا ہے، ہماری نظروں کے سامنے ہے۔تو ایمان لانا اس طرزِ قبول سے مراد ہے کہ جب کسی حقیقت کے بعض گوشے ابھی مخفی ہوں اور نظرِ دقیق اور دیگر قرائن سے محض حسن ظنی کی بدولت اسے قبول کر لیا جاوے اور یہی ایمان بالغیب موجب ثواب ہوا کرتا ہے۔خدا تعالیٰ نے ایمان کا ثواب اکثر اسی اَمر سے مشروط کر رکھا ہے کہ نشانات دیکھنے سے قبل ایمان لایا جاوے۔حق وباطل میں فرق کرنے کیلئے یہ کافی ہے کہ چند قرائن جو وجہ تصدیق بن سکیں اپنے ہاتھ میں ہوں اور تصدیق کا پلہ تکذیب کے پلہ سے بھاری ہو۔حضورؑ اسی ضمن میں فرماتے ہیں۔

'' یہ بھی ایک سنت اللہ ہے کہ وہ اپنی پیشگوئیوں اورنشانوں کو اس طور سے ظہور میں لاتا ہے کہ وہ ایک خاص طائفہ کیلئے مفید ہوں جواُسکے کاموں میں تدبر کرنے والے اور سوچنے والے اوراسکی حکمتوں اور مصالح کی تہہ تک پہنچنے والے اورعقل منداور پاکیزہ طبع اورلطیف الفہم اورزیرک اورمتقی اوراپنی فطرت سے سعیداورشریف اورنجیب ہوں اوراس طائفہ کو وہ باہر رکھتا ہے جوسفلہ مزاج اورجلد باز اور سطحی خیالات والے اورحق شناسی سے عاجز اور سوءظن کی طرف جلد جھکنے والے اورفطرتی شکاوت کا اپنے پر داغ رکھتے ہیں۔وہ نافہموں کے دلوں پر رجس ڈال دیتا ہے یعنی کچھ پردہ رکھ دیتا ہے تب انکونورایک تاریکی دکھائی دیتا ہے اوراپنی آرزوؤں کی پیروی کرتے ہیں اورانکو چاہتے ہیں اور سوچنے کا مادّہ نہیں رکھتے۔ اورخدا تعالیٰ کی اس فعل سے غرض یہ ہوتی ہے کہ خبیث کوطیب کے ساتھ شامل نہ ہونے دے اوراپنے نشانوں پرایسے پردے ڈال دے جونا پاک طبع کو پاکوں کیساتھ شامل ہونے سے روک دیں اور پاک طبع لوگوں کا ایمان زیادہ کریں اورعلم زیادہ کریں اورمعرفت زیادہ کریں۔اورصدق وثبات میں ترقی دیں اوران کی زیرکی اور حقائق شناسی دنیا پرظاہر کریں اوران کو اس کسرشان اور بےعزتی سے محفوظ رکھیں جواس حالت میں متصور ہے۔کہ جب ایک کج طبع اورسفلہ خیال اورنفس پرست اورنادان اُن کی جماعت میں شامل ہوجائے اور اُن کے ہم پہلوجگہ لے اور چونکہ خدا تعالیٰ کا ارادہ ہوتا ہے جواسکی جماعت کے آب زلال کیساتھ کوئی پلید مادّہ نہ مل جائے۔اس لیے وہ ایسی خصوصیت کیساتھ اپنے نشانوں کوظاہر

کرتا ہے کہ جس خصوصیت سے غبی اور ناپاک طبع لوگ حصہ نہیں لے سکتے۔ اور صرف اس رفیع الشان نشان کو رفیع الشان لوگ دریافت کرتے ہیں۔ اور اپنے ایمان کو اس سے زیادہ کرتے ہیں اور خدا تعالیٰ قادر تھا کہ کوئی ایسا نشان دکھاتا کہ تمام موٹی عقل کے آدمی اور پست فطرت انسان جو صد ہا نفسانی زنجیروں میں مبتلا ہیں بدیہی طور پر اپنی نفسانی خواہشوں کے مطابق اُسکو مشاہدہ کر لیتے۔ مگر درحقیقت نہ کبھی ایسا ہوا اور نہ ہوگا اور اگر کبھی ایسا ہوتا اور ہر ایک کج فطرت اپنی خواہشوں کے مطابق نشان دیکھ کر تسلی پا لیتے تو گو خدا تعالیٰ تو ایسا نشان دکھلانے پر قادر تھا اور اس بات پر قدرت رکھتا تھا کہ تمام گردنیں اس نشان کی طرف جھک جائیں اور ہر ایک نوع فطرت اس کو دیکھ کر سجدہ کرے مگر اس دنیا میں جو ایمان بالغیب پر اپنی بنا رکھتی ہے اور تمام مدارنجات پانے کا ایمان بالغیب پر ہے وہ نشان حامی ایمان نہیں ہو سکتا تھا۔ بلکہ ربانی وجود کا سارا پردہ کھول کر ایمانی انتظام کو بکلی برباد کر دیتا اور کسی کو اس لائق نہ رکھتا کہ وہ خدا تعالیٰ پر ایمان لا کر ثواب پانے کا مستحق رہے کیونکہ بدیہیات کا ماننا ثواب کا موجب نہیں ہو سکتا۔'' (روحانی خزائن جلد ۹ صفحہ ۲۰۔۲۱)

لہٰذا عادت اللہ اسی طرح پر جاری ہے کہ شروع میں معجزات اور نشان مخفی رہتے ہیں تا صادقوں کا صدق اور کاذبوں کا کذب پرکھا جائے۔ اور یہ ابتلاء کا دور ہوتا ہے۔ بعد ازاں اللہ تعالیٰ اپنے بندے کی سچائی کے حق میں نشانات بھی دکھاتا ہے لیکن یہ نشانات منکرین حق کو کچھ فائدہ نہیں پہنچاتے۔ میری گزارش اتنی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء کی الہامی پیشگوئی کی حقیقت مجھ پر ظاہر فرمائی ہے۔ اور میرا دعویٰ بھی موعود غلام مسیح الزماں ہونے کا ہے نہ کہ کسی نبوت کا جو مجھ سے نبیوں جیسے نشان طلب کیے جائیں۔ ہاں آپ لوگ یہ سوال کر سکتے ہیں کہ غلام مسیح الزماں یا مصلح موعود کا دعویٰ تسلیم کرنے کیلئے کونسے قرائن موجود ہیں۔ تو عرض ہے کہ ان قرائن کی تفصیل میری کتاب اور میرے دیگر مضامین میں کافی موجود ہے جن میں سے چند ایک درج ذیل ہیں۔

مصلح موعود کیلئے قرائن

قرینہ نمبرا۔ اگر خلیفہ ثانی کا دعویٰ مصلح موعود سچا ثابت ہو جائے تو میرا دعویٰ خود بخود غلط ثابت ہو جائے گا۔ یہ اسی طرح ہے جس طرح ایک صدی قبل حضرت مسیح موعودؑ نے علمائے اسلام سے فرمایا تھا۔ کہ اگر آپ حیات مسیح کے حق میں ایک آیت قرآن سے نکال کر دکھا دیں تو میں اپنا دعویٰ مسیح موعود واپس لے لونگا۔ تو آج بھی یہی معاملہ ہے۔ خلیفہ ثانی کا مصلح موعود ہونا تو درکنار آپ تو پیشگوئی مصلح موعود کے دائرہ بشارت ہی میں نہیں آتے۔ عجیب تماشے کی بات ہے کہ وہ شخص جسکا کسی رنگ میں بھی اس پیشگوئی سے کوئی تعلق ثابت نہیں ہوتا وہ پیشگوئی مصلح موعود پر قبضہ اور دعویٰ کر کے بیٹھا ہوا ہے۔ اور خیر نال ایک نظام کے سہارے ساری جماعت سے اپنا دعویٰ منوا بھی چکا ہے۔ جب خلیفہ ثانی کا دعویٰ مصلح موعود ہی غلط ہے تو پھر وہ موعود زکی غلام جس کا الہامی پیشگوئی میں ذکر موجود ہے آخر کوئی انسان تو ہے کیونکہ الہامی پیشگوئی تو بہر حال قطعی طور پر سچی ہے۔ خلیفہ ثانی کے الہامی پیشگوئی کے دائرہ بشارت سے آؤٹ ہو جانے کے بعد خاکسار کا دعویٰ مصلح موعود خود بخود قابل غور بن جاتا ہے۔ حضورؑ نے اپنے بعد ایک مصلح موعود کی خبر تو دی ہے لیکن اس موعود مصلح کے علاوہ کسی اور ظلی مصلح موعود کی خبر موجود نہیں۔

قرینہ نمبر۲۔ جیسا کہ میں نے اپنے بعض مضامین میں بھی اس کا ذکر کیا ہے کہ جس زکی غلام کی خبر حضورؑ کو الہامی طور پر دی گئی تھی وہ یقیناً حضورؑ کے بعد اگلی صدی کا موعود مصلح یا مجدد تھا۔ اللہ تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ سے جو وعدہ فرمایا تھا اسکے مطابق اس موعود مصلح نے پندرھویں صدی میں ظاہر ہونا تھا۔ چودھویں صدی کے مجدد بلکہ مجدد اعظم تو خود حضرت مسیح موعودؑ تھے۔ خلیفہ ثانی چودھویں صدی میں پیدا ہوئے خلیفہ بنے اور دعویٰ مصلح موعود کیا اور اس چودھویں صدی کے اختتام سے قریباً پندرہ سال پہلے ہی فوت ہو گئے۔ وہ پندرھویں صدی کے مصلح موعود تو ہو نہیں سکتے۔ ثانیاً۔ یہ سوال بھی پیدا ہوتا ہے کہ کیا چودھویں صدی کے مجدد اعظم مسیح موعودؑ اور اللہ کے نبی کی تجدید و اصلاح اتنی ناقص تھی جو اسی صدی میں کسی دوسرے مصلح موعود کی ضرورت پڑ گئی۔؟ اگر کوئی شخص یہ خیال کرے کہ ایک ہی صدی میں دو مجدد بھی ہو سکتے ہیں تو میں عرض کرتا ہوں کہ ضرور ہو سکتے ہیں۔ لیکن اس طرح کہ اگر اللہ تعالیٰ کسی صدی میں کسی ملک میں کوئی مجدد مبعوث کرتا ہے تو اسی صدی میں وہ کسی اور براعظم میں دوسرا مجدد مبعوث فرما سکتا ہے۔ لیکن اس طرح نہیں ہو سکتا کہ ایک ہی گھر ایک ہی شہر ایک ہی علاقہ ایک ہی جماعت ایک ہی ملک اور ایک ہی صدی میں دو مجدد مبعوث ہو جائیں۔ جہاں تک خاکسار کا تعلق ہے تو پندرھویں صدی کے آغاز میں ہی اللہ تعالیٰ نے مجھے اپنی اس موعود رحمت کی خبر بخش دی تھی۔ کیا یہ ممکن ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ہر صدی کے سر پر مجدد کے مبعوث ہونے کا جو وعدہ فرمایا تھا اس فرمودہ میں کوئی تخلف ہو۔؟ کیا یہ ممکن ہے کہ جس مصلح موعود کا اللہ تعالیٰ نے حضرت مہدی و مسیح موعودؑ سے وعدہ فرمایا تھا اس الٰہی وعدہ میں کوئی تخلف ہو۔؟

قرینہ نمبر۳۔ حضرت مسیح موعودؑ نے اللہ تعالیٰ سے خبر پا کر یہ اعلان فرمایا تھا کہ ☆ اور میرے فرقہ کے لوگ اس قدر علم اور معرفت میں کمال حاصل کریں گے کہ اپنی سچائی کے نور اور اپنے دلائل اور نشانوں کے رو سے سب کا منہ بند کر دینگے۔ ☆ (روحانی خزائن جلد ۲۰ صفحہ ۴۰۹) وہ بابرکت سجدہ جس کی خاکسار کو توفیق بخشی گئی اور اس کا میں اپنی کتاب میں بھی

ذکر کرچکا ہوں۔ اس سجدہ میں ہی میری حالت بدل گئی اور سجدہ سے اٹھنے کے بعد اللہ تعالیٰ نے مجھے خبر دی تھی کہ ’’میں تجھے اب علم دونگا اور تو لوگوں کو لاجواب کردے گا۔‘‘ میں نے اللہ تعالیٰ کی یہ بشارت اور وعدہ خلیفہ رابع کے دور میں انکے آگے بھی رکھا تھا اور آج بھی جماعت کے آگے موجود ہے۔ مذہبی اعتبار سے میرے ایسے ان پڑھ کا ایک عالموں کی جماعت کے آگے اتنا بڑا چیلنج کیا نفسانی دھوکہ ہوسکتا ہے؟ اگر ہوسکتا ہے تو اتنا بڑا چیلنج جماعت کا کوئی بڑا عالم یا ان کا کوئی خلیفہ بھی کرکے دکھادے؟ اور اگر اتنا بڑا چیلنج نہیں کرسکتا تو کم ازکم میرے مقابلہ پر آکر دلیل کے ساتھ میرے دعویٰ کو ہی جھٹلا کر دکھادے؟ جماعتی علماء کا میرے مقابلہ پر نہ آنا بتا رہا ہے کہ یہ عاجز کُلِیَۃً حق پر ہے اور خلیفہ ثانی نے ایک جھوٹا دعویٰ مصلح موعود کرکے حضرت مہدی و مسیح موعودؑ کی جماعت کو ایک سنگین غلطی اور اِبتلا میں مبتلا کردیا ہے۔

قرینہ نمبر۴۔ الہامی پیشگوئی میں موعود زکی غلام کی بہت ساری علامات بیان فرمائی گئی ہیں۔ جب کسی الہامی پیشگوئی کا مصداق ظاہر ہوتا ہے تو کبھی ایسا اتفاق نہیں ہوا کہ دعویٰ کے آغاز میں ہی پیشگوئی میں مذکور تمام کی تمام علامات اسکے وجود میں پوری ہوجائیں۔ اگر اللہ تعالیٰ چاہے تو ایسا کرسکتا ہے لیکن اس نے ہمیشہ ایسا نہیں کیا۔ اسکی وجہ غالباً یہ ہے کہ اگر وہ ایسا کردے تو درمیان سے ایمان بالغیب کا پردہ اٹھ جاتا ہے اور اس موعود شخص پر ایمان لانے کا ثواب جاتا رہتا ہے۔ یہ زمانہ مدعی کیلئے بھی اور دوسرے لوگوں کیلئے بھی اِبتلاء کا زمانہ ہوتا ہے۔ لیکن جب مومنین اور منکرین کے دو پختہ گروہ بن جاتے ہیں تو پھر اللہ تعالیٰ اپنے سچے بندے کی باقی ماندہ علامات بھی پوری فرمادیتا ہے۔ ہاں یہ ضرور ہوتا ہے کہ آغاز میں پیشگوئی کی مرکزی علامات ضرور پوری ہونی چاہیے۔ بلاشبہ آغاز میں اللہ تعالیٰ سچے مدعی میں یہ مرکزی علامتیں ضرور پوری فرماتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ایسا ہی سلوک خاکسار سے بھی فرمایا ہے۔ آغاز ہی میں اللہ تعالیٰ نے ۲۰۔فروری ۱۸۸۶ء کی الہامی پیشگوئی کی مرکزی علامات مجھ میں پوری فرمادی تھیں اور ان مرکزی علامات کو ہی میں بطور الہامی ثبوت کے پیش کررہا ہوں جو کہ درج ذیل ہیں۔

☆ وہ سخت ذہین وفہیم ہوگا۔ اور دل کا حلیم۔ اور علوم ظاہری و باطنی سے پر کیا جائے گا۔ اور وہ تین کو چار کرنیوالا ہوگا۔ (اسکے معنی سمجھ میں نہیں آئے) دوشنبہ ہے مبارک دوشنبہ۔ فرزند دلبند گرامی ارجمند۔ مَظْھَرُالْاَوَّلِ وَالْاٰخِرِ۔ مُظْھَرُالْحَقِّ وَالْعَلَآءِ کَاَنَّ اللّٰہَ نَزَلَ مِنَ السَّمَآءِ۔☆ (مجموعہ اشتہارات جلد اول صفحہ ۱۰۰ تا ۱۰۲)

کیا کوئی احمدی یا کوئی بھی صاحب علم اس الہامی ثبوت کو جھٹلا کر دکھا سکتا ہے؟ ہرگز نہیں۔

قرینہ نمبر۵۔ ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء کی الہامی پیشگوئی کی علامات بتا رہی ہیں کہ ’’زکی غلام‘‘ مثیلِ حضرت مسیح ابن مریم ناصریؑ ہے۔ اس مماثلت کا ذکر میں اپنے مضمون بعنوان ’’حضرت مسیح ناصریؑ اور غلام مسیح الزماں کے مابین مماثلت‘‘ میں کرچکا ہوں۔ اپنے حالات و واقعات کے لحاظ سے اللہ تعالیٰ نے میری تو ہر لحاظ سے حضرت مسیح ابن مریمؑ سے مماثلت ثابت کردی ہے۔ اس مماثلت میں کیا خلیفہ ثانی کو بھی کوئی حصہ ملا تھا؟ قطعاً نہیں۔ اس مماثلت سے حصہ ملنا تو درکنار، آنیوالے زکی غلام کو مثیلِ مسیح ابن مریمؑ بنانے میں خلیفہ ثانی کا بڑا عمل دخل ہے۔ نہ وہ غلط دعویٰ کرتے اور نہ اس کا راستہ روکنے کیلئے ایک جبری نظام بناتے اور نہ آنیوالا مثیلِ مسیح ابن مریمؑ بن سکتا۔ لیکن یہ سب کچھ ہونا تھا اور ہوا۔

قرینہ نمبر۶۔ ہر زمانے میں انبیا اور مصلحین کا اُنکے دُعاوی کے بعد اخراج اور مقاطعہ کیا جاتا رہا ہے۔ کفار کے یہ ہتھکنڈے مومنین کے خلاف ہوتے ہیں۔ مذہبی دنیا میں کوئی ایک مثال بھی ایسی نہیں مل سکتی کہ کسی برگزیدہ نبی اور مصلح نے دعویٰ کیا ہو اور اُسکے ماحول کے مذہبی پنڈتوں اور دوکانداروں نے اس کا اخراج اور مقاطعہ نہ کیا ہو۔ اگر کوئی ایسا مصلح ہوتا تو وہ صرف اور صرف آمنہ کے لال ﷺ ہوتے کیونکہ بچپن سے ہی آپکے بدترین دشمنوں نے بھی آپ ﷺ کی صداقت اور امانت کی گواہی دے رکھی تھی۔ کیا خلیفہ ثانی کے دعویٰ مصلح موعود کے بعد اِن کا بھی اخراج اور مقاطعہ ہوا تھا۔؟ حضرت مہدی معہود و مسیح موعودؑ پر تو آپکے دعویٰ کے بعد پہلے کفر کا فتویٰ لگا۔ بعد ازاں اِخراج از اسلام کے بعد آپؑ کا اور آپکے اصحابؓ کا مقاطعہ بھی کیا گیا۔ باپ اور بیٹے میں وہ کیا فرق تھا جس کی بدولت خلیفہ ثانی کا نہ تو اِخراج ہوا اور نہ ہی مقاطعہ اور نہ ہی آپ پر کوئی کفر کا فتویٰ لگا۔؟ میرے خیال میں فرق یہ تھا کہ باپ سچا مہدی و مسیح موعود تھا جبکہ بیٹے کا دعویٰ مصلح موعود ہی جھوٹا تھا۔ بیٹا تو خود جماعت احمدیہ میں اِخراج اور مقاطعہ کی سزاؤں کا آغاز کرنیوالا تھا۔ اور یہ سزائیں ہی تو تھیں جن کی بدولت اس نے اپنا جھوٹا دعویٰ اپنے مریدوں سے منوایا تھا۔ انبیا اور مصلحین کی اس سنت کے مطابق میں بھی اور میرے اہل وعیال بھی آج محمودی نظام کی طرف سے اِخراج اور مقاطعہ ایسی سزاؤں کی اذیت سے گزر رہے ہیں کیونکہ ہم سچے ہیں۔ میری کتاب اور میرے دیگر مضامین میری صداقت کے قرائن سے بھرے پڑے ہیں لیکن بقول حضرت مسیح موعودؑ۔۔۔ ؎ صاف دل کو کثرت اعجاز کی حاجت نہیں ۔ اک نشاں کافی ہے گر دل میں ہو خوف کردگار

آجکل میں یہ بھی سن رہا ہوں کہ محمودی مربی یہ کہتے پھر رہے ہیں کہ ہم اس (خاکسار) کے سوالات کا جواب اس لیے نہیں دے رہے کہ اسکی اہمیت نہ بن جائے۔ ان بیوقوفوں کو یہ بھی علم نہیں کہ اہمیت بنانا یا نہ بنانا تو صرف اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے۔ اگر وہ کسی کی اہمیت بنانا چاہے تو سب دنیا مل کر بھی اسے بے اہمیت نہیں بنا سکتی۔؟ اور اگر وہ کسی سے اہمیت چھیننا چاہے تو تم سب مل کر بھی کسی کو بااہمیت نہیں بنا سکتے۔؟ باقی رہا سوالات کا جواب، تو جواب ہوگا تو دیں گے، اگر جواب ہی نہیں تو دیں گے کہاں سے۔؟ جامعہ احمدیہ سے فارغ

التحصیل یہ افراد جنہیں عرف عام میں مربی یا مبلغ کہا جاتا ہے۔ یہ اسلام کے عالم اور مبلغ نہیں بلکہ یہ تو محمودیت کے تنخواہ دار ایجنٹ اور منشی ہیں۔ ان کا کام اور انکی تربیت صرف یہ ہے کہ افراد جماعت کو ڈرا، دھمکا اور دبا کر کس طرح قابو میں رکھنا ہے۔؟ اِن کو کیسے گرم کرنا اور اِن سے چندے کیسے نکلوانے ہیں۔؟ اِن میں جو زیادہ وفادار منشی ہوتا ہے، اِسے میر منشی یا ناظر بنا دیا جاتا ہے۔ اگر کوئی جماعتی مربی یہ کہتا ہے کہ چونکہ عبدالغفار جنبہ کو جماعت سے نکال دیا گیا ہے لہٰذا ہم اس سے بات نہیں کر سکتے۔؟ میں افسوس سے کہتا ہوں کہ اس جواز میں کیا معقولیت ہے۔؟ اگر کوئی ہے تو پھر دائرہ اسلام سے خارج اور غیر مسلم ہونے کے بعد آپ مسلم اُمہ کو دعوتِ مناظرات کیوں دیتے پھر رہے ہو۔؟ یاد رہے آپ لوگوں سے بہتر تو حضرت مسیح موعودؑ کے مخالف تھے۔ جنہوں نے کم از کم کھل کر آپؑ کی مخالفت اور آپؑ سے مباحثے تو کیے۔ یہ الگ بات ہے کہ انہوں نے شکست کھا کر بھی آپؑ کو قبول نہ کیا۔ میں تو یہ کہتا ہوں کہ آپ سے بہتر تو فرعون تھا۔ کم از کم اس نے کھل کر اپنے مولویوں (جادوگر) کیساتھ حضرت موسیٰؑ سے بحث و مناظرہ تو کیا تھا۔؟ اگر جماعت اپنے موقف میں سچی ہوتی تو ضرور دلائل کے ساتھ میرا مقابلہ کرتی۔؟ اگر نیت ٹھیک ہو اور درمیان میں ضد اور اَنا حائل نہ ہو تو ہر جھگڑے کا فیصلہ دلائل کیساتھ ہو جاتا ہے۔؟ یہ دلائل ہی ہوتے ہیں جنکی بدولت عدالت ایک شخص کو بری کر دیتی ہے اور دوسرے کو پھانسی پر چڑھا دیتی ہے۔ موجودہ محمودی خلیفہ اور اسکے منشیوں کا خیال ہے کہ ہمیں شکست تو تب ہوگی جب ہم مقابلے کیلئے میدان میں اتریں گے۔؟ نہ ہم میدان میں اتریں اور نہ ہمیں شکست ہو اور نہ ہمیں سچائی کو ماننا پڑے۔ ویسے بڑے سیانے لوگ ہیں۔ بہر حال سچ اور جھوٹ میں اتنا زیادہ فرق نہیں ہوا کرتا کہ لوگ اسے پہچان نہ سکیں۔ اصل بات یہ ہے کہ سچ کو قبول کرنے کیلئے جرأت اور حوصلہ چاہیے۔ فراست اور نور قلب چاہیے۔ پھر سچ کو مان کر قربانیاں بھی دینی پڑتی ہیں۔ مرزا محمود احمد بڑا شاطر انسان تھا۔ اس نے افراد جماعت کو ایک نظام میں باندھ کر ان سے انکی سب مومنانہ صفات چھین لیں اور پیچھے منافقت رہ گئی۔ اللہ تعالیٰ سے میری دعا ہے کہ وہ آپ کو بھی اور دوسرے احباب جماعت کو بھی جرأت اور حوصلہ دے۔ وہ نور قلب اور نور فراست دے جس سے سچائی کو پہچانا جاتا ہے۔ آمین۔ آخر میں حضرت مہدی و مسیح موعودؑ کی ایک نصیحت درج کرتا ہوں۔ حضورؑ فرماتے ہیں۔

☆ نیک بخت انسان کا فرض ہے کہ سچائی کے طریقوں کو ہاتھ سے نہ دیوے بلکہ اگر ایک ادنیٰ سے ادنیٰ انسان کی زبان پر کلمہ حق جاری ہو اور اپنے آپ سے غلطی ہو جائے تو اپنی غلطی کا اقرار کر کے شکر گزاری کے ساتھ اس حقیر آدمی کی بات کو مان لیوے اور اَنَا خَیْرٌ مِنْہُ کا دعویٰ نہ کرے ورنہ تکبر کی حالت میں کبھی رُشد حاصل نہیں ہوگا۔ بلکہ ایسے آدمی کا ایمان بھی معرض خطر میں ہی نظر آتا ہے۔ ☆ (روحانی خزائن جلد ۳ صفحہ ۱۱۷)

خاکسار

عبدالغفار جنبہ/کیل۔ جرمنی

مورخہ ۱۸۔ نومبر ۲۰۰۵ء

☆☆☆☆☆☆☆